تفسیر سورۃ العصر

از جناب مولوی اکرم علیصاحب محمدی

وَالْعَصْرِ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۝

رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ "قسم ہے زمانہ کی۔ انسان بڑے نقصان میں ہے مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمایش کرتے رہے اور باہم صبر کی تلقین کرتے رہے"۔

والعصر میں واو قسمیہ ہے "عصر" کے معنی لغت میں۔ روزگار۔ زمانہ۔ اور نچوڑ کے ہیں جیسے عَصَرْتُ الثَّوْبَ۔ وَالْعِنَبَ۔ وغیرہما میں نے کپڑا نچوڑا۔ انگور کو نچوڑا۔ (مصباح المنیر ۲ صفحہ ۲)

اصطلاح شرعی میں مطلق "عصر" بول کر مراد فرد کامل۔ یعنی خاص نماز عصر کا وقت لیتے ہیں کیونکہ وہ بھی دن کا نچوڑ ہوتا ہے۔ دنیا کے کاموں کا اخیر وقت جبکہ انسان اپنے کام کاج سے تھک کر سیر و تفریح کی جانب مائل ہوتا ہے۔ مزدور پیشہ اپنے کاموں کو جلد جلد ختم کرتے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ان کے آنے کے منتظر ہوتے ہیں۔ یہ "عصر سے مغرب تک کا وقت اللہ والوں کی عبادت کا خاص وقت ہے اسی لئے نماز عصر کی بہت تاکید ہے (حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی الخ) "صلوٰۃ وسطیٰ" سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس کی تاکید میں (۶۹) حدیثیں موجود ہیں۔ اسی بنا پر بعض مفسرین نے سورۂ العصر میں العصر سے نماز عصر کی قسم مراد لی ہے۔ چنانچہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت لیا ہے مگر اس خادم نے عام معنی

ملحوظ رکھا۔ عصر کے معنی دہر، زمانہ کے ترجمہ میں اختیار کئے۔

اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل تاکید کلام کے واسطے آتا ہے۔ اسم منصوب اور خبر مرفوع کو چاہتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ انسان سے ہر ہر فرد انسان مراد ہے۔ خُسْر کے معنے ٹوٹے۔ گھاٹے۔ اور نقصان کے ہیں۔

اِلَّا حرف استثنا ہے مراد یہ ہے کہ صاحب ایمان مصیبت میں صبر کرنے والے۔ اچھی باتوں کی ہدایت کرنے والے لوگ خُسران سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ یہاں بھی نقصان میں نہیں ہیں اور آخرت میں بھی نہیں رہیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد تین چیزیں اس کے کام آتی ہیں۔ ایک اعمال صالح۔ (نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خیرات۔ تلاوت قرآن وغیرہ) دوسرے صدقہ جاریہ (تعمیر مسجد۔ کنواں سرائے پل وغیرہ) تیسرے اولاد صالح۔ کہ اگر لڑکا مدرسہ میں بسم اللہ بھی شروع کرے تو اُس کے والدین کو ثواب پہنچتا ہے۔

اس سورۂ شریف میں عمل صالح سے وہ امور مراد ہیں جو اللہ برتر نے ہم پر واجب فرمائے ہیں چنانچہ تفسیر القرآن میں ہے (اَیْ یُؤَدُّوْنَ مَا اَوْجَبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۵ الجزء ۲۹ ع ۱۹) ترجمہ یعنی وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر چاروں طرف پھیل جانے والا ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ اور جو حق بات ان تک پہنچتی ہے اس کو بسر و چشم تسلیم کرتے ہیں۔ (اَیْ بِقَبُوْلِ الْحَقِّ مِنْ اَیِّ جِهَةٍ یَصِلُ اِلَیْہِمْ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَلِمَةُ الْحِکْمَةِ ضَالَّةُ الْحَکِیْمِ حَیْثُ وَجَدَ فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کی تفسیر ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ عَلَی التَّکَالِیْفِ وَالْمَصَائِبِ لِمَا

اَنَّهُمْ مَامُوْرُوْنَ بِهٖ لِقَوْلِهٖ تَعَالیٰ وَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ پارہ دوم رکوع سوم ۔ یعنی جب ان کو کچھ مصیبت پہونچتی ہے تو وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ کہتے ہیں ۔ مطلب یہ کہ ہم اللہ ہی کا جان و مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔ پس بہرحال راضی ہیں ۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ ۔

شانِ نزول سورہٗ والعصر شریف کی یہ ہے کہ کلدہ بن اَسِیدہ ، جس کی کنیت ابو الاسد تھی زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا ۔ لیکن جب صدیق اکبرؓ ایمان لے آئے تو یہ کافر ایک روز آپ سے ملکر کہنے لگا ۔ کہ اے ابوبکر کیا تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے ۔ کہ اول تو تم نے تجارت میں بہتیرا مال و متال پیدا کیا اور اب بلکخت ایسے گھاٹے میں پڑ گئے کہ زر و مال بھی لٹا دیا ۔ اور آبائی دین چھوڑ کر لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم ، اور ان کی شفاعت سے مایوس بھی ہو گئے وغیرہ وغیرہ ۔ اس کا جواب حضرت صدیق رضی اللہ عنہٗ نے یہ دیا کہ اے بے وقوف جو اللہ اور اس کا تابعدار بنتا ، اور دینِ حق قبول کرتا ہے ۔ وہ کبھی نقصان میں نہیں رہتا ۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے صدیق عتیق کی صداقت باکرامت کو اپنے اس حُسنِ کلام سے مؤید فرمایا کہ سورہٗ ۔ عصر نازل فرمائی ۔

اِس المفسرین علامہ حافظ بہار الدین ۔ اپنی تفسیر المعروف بہ ابن کثیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہٗ مسلمان ہونے سے قبل ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب سے ملے جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا ۔ وہ بدبخت عمروؓ کو دیکھکر دریافت کرنے لگا کہ کہو اس مدت میں تمہارے یہاں کے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے ۔ حضرت عمروؓ نے جواب دیا کہ ہاں ایک مختصر سی مگر نہایت فصیح و بلیغ سورت نازل ہوئی ہے ۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے ۔ حضرت عمروؓ نے سورہٗ والعصر شریف تلاوت فرمائی جس کو سنکر اول تو بہونچکا سا ہو گیا ۔ مگر کچھ دیر سوچکر کہنے لگا کہ مجھ پر بھی ایسی ہی ایک سورت اُتری ہے ۔

یَاوَبْرُیَاوَبْرَہ اِنَّمَا اَنْتَ اُذْنَانِ وَصَدَرَہٗ وَسَائِرُکَ حَفْرٌ نَقْرَہ عمروؓ سے کہا کہ کہو اس وحی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے آپ نے فرمایا کہ میرے خیال کو تو خود ہی جانتا ہے۔ کہ میں تیرے کذاب جھوٹا ہونے کا یقین رکھتا ہوں۔ وَبر۔ عربی میں اُس جانور کو کہتے ہیں جو بلی کے مشابہ ہوتا ہے مگر سینہ کشادہ اور دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں۔ باقی جسم وغیرہ بالکل حقیر ہوتا ہے (مُنجد۔ مؤلفہ لوئیس یسوعی المطبع مصر۔ اس کذاب بدلگام نے اپنے اس کلام نافرجام سے اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام کا معارضہ کرنا چاہا۔ جسے سنکر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کو کاذب و مفتری سمجھ لیا۔

یہ ہے کلام ربّانی کی حقانیت اور رسول اُمّی صلعم کا معجزہ۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو غور و تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو صرف یہی ایک سورۃ والعصر کافی و وافی ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ کلام ربانی کی ہر آیتہ لاثانی ہے لیکن ہمارے ہی فہم کا قصور ہے کہ ہم اُس کی طرف دل سے متوجہ نہیں ہوتے۔ کاش کہ ہم جیسے دُنیوی امور میں منہمک اور اپنے معاملات کے گرویدہ ہیں۔ اسلامی احکام کے بھی ایسے ہی دل دادہ اور والہ و شیدا ہو جائیں۔ کہ فلاح دارین پائیں

منظر الکرام

تالیف

سید منظر علی اشہر

حیدرآباد دکن کے زندہ اکابر و مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ جدید حیدرآباد کی اعلیٰ شخصیتوں کے متعلق اس سے بہتر ذخیرۂ معلومات اب تک مرتب نہیں ہوا سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی نے اس کو حوالہ کی عمدہ کتاب قرار دے کر دفاتر و مدارس تحت کو اس کے خریدنے کی ہدایت کی ہے۔ قیمت چھ روپے۔

مولف سے نظام والنٹیر کلب خیریت آباد کے پتے پر طلب کیجئے۔